© rasailojaraid.com

پڑھتے پڑھتے کسی کلمہ کے آخر حرف پر بغیر سانس توڑے آواز کو تھوڑی دیر بند کر دینے کو سکتہ کہتے ہیں۔ سکتہ کی بہت سی قسمیں ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی کتاب تسہیل التجوید صفحہ ۴۸۔

قاعدہ نمبر ۶:۔ یارِ اضافت کے بعد ہمزہ قطعی مفتوح ہونے کی صورت میں مَعِيَ أَبَدًا (سورہ توبہ) اور مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا (سورہ ملک) ان دونوں لفظوں میں یارِ اضافت کو مفتوح باقی ہر جگہ ساکن اور ہمزہ مکسور ہونے کی صورت میں بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ اور أُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ (سورہ مائدہ) اور اجری نو جگہ ان لفظوں میں مفتوح باقی ہر جگہ ساکن اور ہمزہ وصل مع لام تعریف کی ہر صورت میں سورہ بقرہ کے عَهْدِي الظَّالِمِينَ میں ساکن باقی ہر جگہ مفتوح اور ہمزہ کے سوا کسی اور حرف کی صورت میں وَلِيَ نَعْجَةٌ (سورہ ص) اور مَحْيَايَ (سورہ انعام) اور فَقَالَ مَالِيَ (سورہ نمل) اور وَلِيَ فِيهَا (سورہ طٰہٰ) اور وَلِيَ دِينِ (سورہ کافرون) اور مَالِيَ (سورہ یٰسین) اور وَجْهِيَ (سورہ انعام وآل عمران) اور مَاكَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ اور مَاكَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ اور مَعِيَ ہر جگہ اور بَيْتِيَ ہر جگہ ان الفاظ میں مفتوح باقی ہر جگہ ساکن پڑھا ہے۔

قاعدہ نمبر ۷:۔ سورہ نمل کے فَمَا آتَانِيَ میں یار زائد مفتوح پڑھتے ہیں لیکن حالت وقف میں حذف کرنا بھی ایک طریق سے ثابت ہے۔

ضعف کا مسئلہ:

امام حفص نے اپنے عالی مقام استاد امام عاصم کوفی سے قرأت میں صرف ایک جگہ اختلاف کیا ہے۔ آیت کریمہ "اللہ خلقکم من ضُعفٍ ثم جعل من بعد ضُعفٍ قوۃً ثم جعل من بعد قوۃٍ ضُعفاً و شیبۃً" (سورۃ الروم: ۳۰) میں تین جگہ ضعف کا لفظ آیا ہے جنکو ان کے شیخ امام عاصم کوفی نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے لیکن امام حفصؒ نے بعض روایات اور اپنے دوسرے شیوخ سے اخذ و استفادہ اور استقراء و تفحص کے بعد مذکورہ آیت میں لفظ ضعف کو تینوں جگہ بالضمہ صحیح اور راجح قرار دیا اور اسی پر آج تک امت کا عمل ہے۔

امام عاصم کوفی کی دلیل وہ حدیث ہے جو فضیل بن مرزوق نے عطیہ عوفی سے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اور بہت سے طرق سے مروی ہے وہ روایت یہ ہے!

حضرت عطیہ عوفی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے سامنے یہ آیت "اللہ خلقکم الخ" پڑھی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اسی طرح قرأت کی جس طرح تم نے میرے سامنے کی (یعنی فتحہ کے ساتھ) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گرفت فرمائی جس طرح میں نے تمہاری گرفت کی۔

اس روایت کو گو علامہ جزریؒ نے بہت عالی اور معتبر قرار دیا ہے تاہم بعض لوگوں نے اس حدیث کے راوی کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔ علامہ جزری کے خیال میں ابو داؤد اور ترمذی دونوں نے اسے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے لیکن علامہ جزری نے امام حفص کی قرأت کی تغلیط بھی نہیں کی بلکہ یہ فرمایا کہ دونوں قرأتیں صحیح ہیں اور میں نے دونوں وجہیں پڑھی ہیں اور دونوں کو اختیار کرتا ہوں علامہ دانیؒ نے دونوں قرأتوں کو اس لئے قبول کیا کہ امام عاصم کوفی کی قرأت کی مطابقت ہو جائے اور امام حفص کے اختیار کی بھی متابعت ہو جائے۔ فتحہ عبید، ابو ربیع الزہرانی الخیل اور عمرو سے روایت ہے اور ضمہ ہبیرہ، تو اس زرعان اور عمرو سے اختیار آیا ہے۔ [1]

پیشہ:

امام حفصؒ اپنے گوناگوں کمالات وامتیازات کے باوجود ایک تاجر تھے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔[2] اسی مناسبت سے انہیں البزاز کہا جاتا تھا اور یہی ان کا ذریعہ معاش بھی تھا۔

وفات! امام حفص بن سلیمان نے ۱۸۰ھ میں کوفہ میں بعمر ۹۰ سال وفات[3] پائی۔

جزی اللہ بالخیرات عنا ائمۃ لنا نقلوا القرآن عذباً وسلسلا

---

[1] النشر ج ۲ ص ۳۴۵ بحوالہ ماہنامہ دار العلوم دیوبند مارچ ۱۹۶۳ء ص ۳۴۔۴۴۔

[2] دائرہ معارف اسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) ج ۸ ص ۴۲۹۔

[3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۴۰۱ و میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۶۲ و مرأۃ الجنان ج ۱ ص ۳۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قسط ۵

عہدِ مغلیہ یورپی سیّاحوں کی نظر میں

۱۶۱۷ء تا ۱۶۱۹ء

پروفیسر محمد عمر، شعبہ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

کھانا اور برتن:

مچھلی یا پرند کا گوشت کھانے میں وہ اعتدال پسند تھے۔ پرند یا مرغی کا گوشت وہ کبھی کچا نہیں کھاتے تھے۔ وہ گوشت کو پانی میں ابال لیتے یا تنور میں بھون لیتے تھے۔ وہ گوشت کو روسٹ (بریاں) کرنا نہیں جانتے تھے۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے اس میں پیاز، تیج پتے اور ادرک وغیرہ گھی میں ملا کر دم پخت (اسٹو) بناتے تھے۔ اسے ایک پلیٹ میں رکھ لیتے تھے۔ یہ سالن دوسرے سالنوں سے بہت بہتر ہوتا تھا۔ ان کا عام پسند کھانا "بڑی چہارت" سے ابلے ہوئے چاول تھے (یعنی بریانی) وہ چاول" پھولے اور نرم ہوتے تھے" ابلتے وقت وہ چاول ٹوٹتے نہیں تھے۔ اس میں وہ تھوڑی سی ہری ادرک، کالی مرچ اور گھی ملا دیتے تھے۔ بعض مرتبہ وہ گوشت اور پرند کے گوشت کے ٹکڑوں کو ابال لیتے اور اسے "پلاؤ" کہتے تھے۔

رمضان (یا محرّم) کے روزے:

رمضان کا آخری دن ماتم کے ایک دن کی صورت میں منایا جاتا تھا اور ادنیٰ طبقے کے لوگ بہت آہ وزاری کرتے تھے لیکن جوں ہی وہ دن گذر جاتا، وہ بہت سے چراغ روشن کرتے اور دوسری قسم کی روشنیاں کرتے۔ ان چراغوں کو جلا کر وہ اپنے گھروں کے اوپر رکھ دیتے۔

عورتوں میں پردہ: ان میں یہ ایک عام رسم پائی جاتی تھی کہ ان کی مستورات اپنے شوہر دل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھائیوں اور والدوں کے علاوہ دوسرے کا منہ نہیں دیکھتی تھیں۔ شادی شدہ عورتیں جو زنا کرتیں اور کنواری لڑکیاں بدچلنی کی مرتکب ہوتیں تو ان کے بھائی انہیں ایسی سخت سزائیں دیتے کہ بعض مرتبہ انھیں جان سے مار ڈالتے تھے۔ "اعلیٰ طبقے" کے لوگوں کی عورتوں کی خدمت کے لئے خواجہ سراؤں کو رکھا جاتا تھا۔

شادی کے رسوم!

(مسلمانوں میں) جو لوگ تارک الدنیا ہوتے تھے وہ شادی نہیں کرتے تھے۔ ملّا لوگ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرتے تھے۔ شام کے وقت شادی کے رسوم ادا ہونے کے بعد وہ خوشیاں منانا شروع کرتے تھے۔

برات!

"غریب ہو یا دولتمند، دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا تھا۔ اس کے ساتھ جلوس میں اس کے اعزاء، واقرباء اور دوست واحباب براتی ہوتے تھے۔ آگے آگے بہت سی روشنیاں بگل باجے اور ڈھول تاشے ہوتے تھے۔ دلہن، دولہا کے پیچھے ایک پالکی میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہوتی تھی۔ پالکی پر پردے پڑے ہوتے تھے۔ برات کا جلوس شہر یا قصبے کے زیادہ اہم علاقوں سے گذرتا ہوا جاتا تھا۔ اس کے بعد دلہن کے گھر واپس لوٹ آتے تھے۔ وہاں ان کی خاطر تواضع ہوتی اور بعد میں رخصتی ہو جاتی۔

موت اور ماتم؛

دفن کرنے سے پہلے وہ میت کو غسل دیتے تھے۔ وہ اپنی مسجدوں میں کسی کو دفن نہیں کرتے تھے بلکہ کسی کھلے میدان میں۔

اپنے عزیزوں کے انتقال پر وہ کئی دنوں تک سوگ مناتے تھے۔ بہت سی عورتوں نے میعاد ان ایسے مقرر کر رکھے تھے جن دنوں میں وہ اپنے عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں اور یہ رسم زندگی بھر ادا کرتی رہتی تھیں۔ محبت بھرے آنسوؤں کی کثرت سے وہ اپنے متوفی شوہروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی قبروں کو "تر" کر دیتی تھیں۔" جب وہ ماتم کرتیں تو وہ اپنے متوفی شوہروں سے ایسے سوال کرتیں کہ تم کیوں مر گئے۔"؟" جبکہ ایسی محبت کرنے والی ان کی بیویاں، دوست واحباب تھے اور آسائش کی دوسری چیزیں مہیا تھیں۔

مسلمان درویش:

بہت سے لوگ جو تارک الدنیا ہو گئے تھے انھیں "درویش" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ "وہ لوگ طرح طرح کی "ریاضت شاقہ" پر عمل کرتے تھے"، ان میں سے بعض تن تنہا پہاڑیوں کی چوٹیوں پر اپنی ساری زندگی ریاضتوں میں گذار دیتے تھے اور اس جگہ سے حرکت نہیں کرتے تھے اور "متواتر "اللہ اکبر" کی ضربیں لگایا کرتے تھے۔ دنیا سے قطع تعلقی کے بعد وہ بال نہیں بنواتے تھے۔" چڑیوں کے پنجوں کی طرح ان کے ناخن بڑھ جاتے تھے۔" کھانا فراہم کرنے کے لئے وہ لوگ اپنے حجروں سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اُن کے عقیدتمند انھیں کھانا پہنچاتے تھے۔ ان کے کپڑوں کے لئے لوگ گدڑیاں بھیج دیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے کپڑے وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ جو کھانے انھیں بھیجے جاتے تھے وہ معمولی کھانے ہوتے تھے ورنہ اسے لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ ان میں بعض بہت زمانے تک روزہ رکھتے تھے۔ اور جب تک وہ بہت کمزور نہیں ہو جاتے تھے وہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ وہ ننگے جاکر شہروں کے اطراف میں مقیم ہو جاتے۔ لوگ ان کے پاس آکر جمع ہو جاتے تھے۔ وہ دن کو آگ جلاتے، اور رات کو راکھ پر سوتے۔ اس راکھ کو وہ اپنے جسموں میں مل لیتے۔ بعض مرتبہ وہ نشہ آور چیزیں کھاتے۔ دوسرے ایسے لوگ تھے جو "منڈی" کہلاتے تھے۔ وہ اپنا گوشت چاقوؤں اور جراحی کے آلوں سے کاٹتے تھے۔ بعض اپنے پیروں میں لوہے کی گندی بیڑیاں ڈال لیتے تھے۔ وہ مشکل سے ہل سکتے تھے۔ وہ اپنے جسم پر نیلا فرغل پہنتے تھے۔

جتنی مرتبہ ممکن ہو سکتا تھا مسلمان اپنے ہر دلعزیز صوفی کے مزار پر زیارت کرنے جایا کرتے تھے۔

صوفیار کے مقبرے:

ان مقبروں کو بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا جہاں متواتر چراغ جلتے رہتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان مزاروں پر "مجاور" رہتے تھے جن کو روشنی جلانے کے لئے وظائف دئے جاتے تھے فیض حاصل کرنے کے لئے بہت سے لوگ روزانہ ان پر حاضری دیتے تھے۔

(ب) ہندو لوگ

عادات واطوار:

اس عقیدہ کی بنا پر "کہ وہ روٹی" ذائقہ دار اور اس سے بیحد عزت ہوتی ہے جو پسینہ بہاکر حاصل کی جاتی ہے"۔ ہندو لوگ بہت محنتی اور جفاکش ہوتے تھے۔ ان میں سے بیشتر لوگ دست کاری اور کاریگری کا پیشہ اختیار کرتے تھے۔ اپنے کاروبار کو کامیاب بنانے کے لئے وہ لوگ وقت اور موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ لوگ اپنے "طرح طرح کے ذرائع معاش" میں بہت محنت کرتے تھے اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے اور معاملات میں ٹھیک ٹھاک تھے"۔ اپنے پیشے میں وہ بہت دیانتدار ثابت ہوتے تھے۔ اگر کوئی شخص انھیں کسی چیز کی مناسب قیمت دیتا تو وہ اسے قبول کرلیتے تھے۔ لیکن اگر کوئی خریدار اس کی چیز کی معیاری قیمت سے کم قیمت لگاتا تو وہ اس سے یہ کہتے "کیا تم مجھے عیسائی سمجھتے ہو کہ میں تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کروں گا؟"۔

وہ لوگ زراعت کرتے تھے، جانور پالتے تھے اور حیرت انگیز صنعتی کام کرتے تھے وہ لوگ مسلمانوں سے مختلف لباس پہنتے تھے۔ لیکن "اچھا لباس پہنتے تھے"۔

کھانے:

ان میں سے بیشتر لوگ بالخصوص "بنیے" کسی جانور کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ وہ لوگ جڑی بوٹیاں، روٹی، دودھ، گھی، مکھن اور مٹھائیاں وغیرہ "کھاکر زندگی گذارتے تھے۔ دوسرے لوگ مچھلیاں کھاتے تھے لیکن دوسری چیزیں نہیں کھاتے تھے۔ راجپوت لوگ سور کا گوست کھاتے تھے تمام ہندو گائے کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے۔

عورتیں:

ان کی عورتیں انگوٹھوں میں چھلے پہنا کرتی تھیں اور ننگے پیر رہتی تھیں۔ اپنی کلائیوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹخنوں کو وہ خالص پیتل اور دوسرے دھاتوں کے بنے کڑوں سے آراستہ کرتی تھیں۔ حسب خواہش وہ ان زیورات کو پہنتیں اور اتار کر رکھ دیتی تھیں۔ جوانی کے زمانے ہی میں ان کے کان بالعموم چھید دیئے جاتے تھے۔ بالیوں کے وزن کی وجہ سے کانوں کے سوراخ چوڑے ہو جاتے تھے۔ عورتوں کو باہر آنے جانے کی آزادی حاصل تھی

شادیاں؛

وہ لوگ بچپن میں ہی اپنے بچوں کی شادیاں کر دیتے تھے جب ان کی عمر چھ یا سات سال کی ہوتی تھی۔ والدین بر کا انتخاب کرتے تھے۔ جب دولہا دولہن کی عمر ۱۳، ۱۴ یا ۱۵ سال کی ہو جاتی تو وہ ہم بستری کرتے تھے۔ وہ لوگ "اپنی ذات" قبیلے، فرقے اور ہم پیشہ لوگوں میں شادیاں کرتے تھے۔ ان میں ایک ہی بیوی رکھنے کا چلن تھا۔

"براتیوں اور باجے گاجے کے ساتھ" وہ مسلمانوں کی طرح شادی کے رسوم ادا کرتے تھے۔ دولہا دولہن ایک ہی گھوڑے پر علانیہ سوار ہوتے تھے۔ وہ جوڑا اتنا چھوٹا ہوتا تھا کہ لوگ انھیں پکڑے رہتے تھے کہ کہیں وہ زمین پر نہ گر پڑیں۔ ان کے جسم پھولوں سے ڈھکے ہوتے تھے۔

موت اور بیوائیں؛

وہ لوگ اپنے مردوں کو کسی ندی کے کنارے پر جلاتے اور ساری راکھ اس میں پھینک دیتے تھے۔ وہ بیوائیں جو اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد زندہ رہتیں، وہ دوبارہ شادی نہ کرتی تھیں۔ وہ اپنے سروں کے بال "منڈوالیتیں اور جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتی تھیں۔ نہ ہی دوسرے ان کا خیال رکھتے اور نہ ہی وہ خود اپنا خیال رکھتیں۔

ستی؛

بعض بیوائیں آگ میں بھسم ہو جاتیں۔ زور جبر سے نہیں بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرتی تھیں جو ستی ہونے جاتیں وہ پس و پیش نہ کرتی تھیں۔ وہ گانا گاتے ہوئے ستی ہونے جاتی اور کوئی نہ کوئی نشہ آور چیز کھا لیتی جس سے اس کا سر چکرانے لگتا"۔ چتا میں جا کر وہ لکڑیوں کے ڈھیر کے وسط میں بیٹھ جاتی جو دو ایک فٹ گہرا گڈھا کھود کر بنایا جاتا تھا۔ اس کے اعزا و اقربا اور والدین خوشی خوشی شمشان تک اس کے ساتھ جاتے تھے۔ جب چتا میں آگ لگا دی جاتی تو وہ لوگ اسوقت

© rasailojaraid.com